

خوشحال خان خٹک

حیثیت ایک سپاہی ایک شاعر

(فضل حق شیدائے طویل پشتو مقالے مرد میدان سے ماخوذ)

خوشحال خان خٹک پر لکھنے والے کو ایک عجیب ذہنی الجھن سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ خوشحال خان کی شخصیت مختلف النوع خصوصیات کا ایک عجیب و دلچسپ مرکب ہے۔ وہ ایک وقت ایک صاحب سیف و قلم سپاہی۔ سیاسی رہنما۔ قبیلے کا سردار میر لشکر اور ساتھ ہی بہت بڑا ادیب اور شاعر بھی ہے۔ اس کی شاعری کے متعلق تفصیلی گفتگو تو کی جاسکتی ہے مگر اس میں وقت یہ ہے کہ اس کی شاعری بھی اس کی شخصیت کی طرح کئی خانوں میں بٹی ہوئی ہے کہیں محبوب کے خدوخال کی تعریفیں ہیں تو کہیں ہجر و وصال کے قصے اور کہیں سوز و گداز سے بھر پور غزلیں۔ کہیں قدرتی نظاروں کی تصویر کشی ہے تو کہیں پتھر پلے میدانوں اور بے آب و گیاہ پہاڑوں کی منظر کشی۔ کہیں خواہشات نفسانی کا ذکر ہے تو کہیں جنگوں کے تذکرے۔ خوشحال خان کے دیوان کے تقریباً ہر صفحے پر ہر غزل میں میدان کارزار کے مناظر ہیں تلواروں اور زروں کی جھکریاں ہیں اور ننگ و غیرت کی باتیں ہیں۔ اگر یہ جنگ ننگ اور تیغ و تفنگ کی باتیں اسکے کلام سے نکال لی جائیں تو باقی صرف وہ ڈھانچہ رہ جائیگا جس سے روح نکل چکی ہو۔ اس لئے اگر خوشحال خان کو ایک صاحب قلم سپاہی کی حیثیت سے پیش کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

دنیا میں بہت کم ایسے شاعر گذرے ہیں جو قلم کیساتھ تلوار کے بھی دھنی ہوں۔ مگر خوشحال خان گفتار اور کردار دونوں کا غازی تھا۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ وہ مغلوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں حق بجانب تھا یا نہیں اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اورنگ زیب کے عہد میں چند ایسے ناخوشگوار واقعات ضرور پیش آئے جو خوشحال خان کے دل میں مغلوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔ ان واقعات کی تفصیل کا تعلق نہ موضوع سے ہے اور نہ یہاں اس کی گنجائش۔ اس مضمون کا مقصد صرف اس مرد میدان کی رزمیہ شاعری پر بحث کرنا ہے۔ خوشحال خان کے کلام کے مختلف حصے اگر ایک ترتیب دے کر اکٹھے کئے جائیں تو اہم تاریخی واقعات کا با تفصیل مرقع بن سکتا ہے وہ اپنے زمانے کے ان شعراء نے بالکل مختلف ہے جو یا تو اپنے ماحول سے متاثر نہیں ہوئے یا مصلحتاً خاموش رہے مگر خوشحال خان کی حساس طبیعت (جو خود اس الہیہ کلام کو دار تھا) اپنے گرد و پیش سے متاثر ہوئے بغیر

نہیں رہ سکی۔ اس کے دیوان میں افغانوں کی خانہ جنگیاں۔ مغلوں سے جنگیں اور پٹھانوں کے جہدِ ہمت کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ اور ان میں خوشحال خان سب سے نمایاں سب سے بلند تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا نظر آتا ہے۔

خوشحال خان ایسا شاعر ہے جو تلواروں کی جھنکار میں بھی سکون محسوس کرتا ہے اسکے کلام میں جگہ جگہ بہادری، مردانگی، غیرت مندی، خودداری، سیر و شکار اور باز اور شاہین کے تذکرے ہیں وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ مرد وہ ہے جو موت سے نہ ڈرے۔ شیر وہ ہے جو دوسروں کے میدان میں اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور فاتح وہ ہے جو سردھڑکی بازی لگانا جانتا ہو۔ اس کے نزدیک سرفروشی مرد کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ وہ کہتا ہے ۔

یاد سپینو تو رو مرد شہ یا عاشق شہ

چہ یاد یگے پہ بدلو پہ سندر

(تو اگر چاہتا ہے کہ لوگ تیرے کارنامے بدلوں اور سندروں (پشتو لوک گیت) کی صورت میں یاد

رکھیں تو عاشق بن یا مشیر زن) اور

چہ سرگندہ سربازی کاندہ دتورو

زہ خوشحال خٹک تر ہفتے ہنر زار شوم

(میں خوشحال خٹک اس ہنر کے قربان جو سوئی ہوئی تلوار پر سر کی بازی لگانے کا درس دے)

اس کی غیرت مند طبیعت کو بزدل کی ہمراہی جج کے سفر میں بھی گوارا نہیں۔ مگر جواں ہمت مرد کیساتھ صحراؤں کی صعوبتیں جھیل کر بھی وہ خوش ہے۔ جو شخص میدان جنگ میں زخم کھانے سے ڈرے یا تیروں سے بچنے کی کوشش کرے وہ اسے نسوانیت کے طعنے دیتا ہے۔ اوریوں مخاطب ہوتا ہے۔

یا کشتی د زور آور و سرہ مکڑہ

یا د دوئی غوند پیدا کڑہ مژوندونہ

یا دمرد غوند شملہ پہ دستار پرینگدہ

یا پہ سر کہ لکہ خزو میز رونہ

(ایا قاتل دروں سے زور آزمائی نہ کر۔ یا انکی طرح اپنے بازوؤں میں قوت پیدا کر۔ یا مرد کی طرح گپڑی پر

اونچا طرہ رکھ یا عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھ)

وہ ان بیٹوں سے بے زار ہے جو بہادری نہ ہوں۔ جنہیں اسلحہ سے محبت نہ ہو۔ جو تلوار چلانا نہ جانتے

ہوں۔ وہ ان سے کہتا ہے ۔

چہ او نہ وہی پہ دواڑو لا سوتورہ
چا ملکونہ پہ میراث نہ دی موندلی
(جب تک خود دونوں ہاتھوں سے تلوار نہ چلائی جائے۔ ملک کسی کو میراث میں نہیں ملا کرتے۔ اور
پہ میدان کے توئے خے دی ڈ سر وینے
نہ چہ ڈکھ سینہ اوڑے نہ جگر خون
(سز کا خون میدان میں بہتا اچھا ہے۔ جائے اسکے کہ آرزوؤں کے خون سے بھر اسینہ واپس لے جایا
جائے) اور مزید کہتا ہے ۔

چہ پہ زان مڑنے نہ ائے
مڑ نتو ب نہ کا لخر
(اگر تو خود بہادر اور باہمت نہیں تو اپنے لشکر سے بہادری کی امید نہ رکھ) قائدانہ اوصاف کا تذکرہ وہ
ان الفاظ میں کرتا ہے ۔

چہ میر د لخر مرد دے
گران کا رونہ ششی آسان
(اگر میر لشکر مرد میدان ہے تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں) اور ۔
سرداری لڑہ بو یہ دا در ۔ سیزہ
یو صحت او دوئم تورہ بل اخلاق
(ایک سردار کیلئے تین چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ اول صحت۔ دوئم تلوار اور سوئم اخلاق)
سرداری کے وہ چند ایک مخصوص صفات ناگزیر سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک ”زوانمردی پہ زرشندل اوپہ سر
شندل وہ“ یعنی جوانمردی زراور سر کی قربانی مانگتی ہے۔ ۔
خانی کا رد بل چانہ دے نہ ہفہ دے
چہ صرفہ اے نہ پہ زر وی نہ پہ سر
(سرداری صرف اس کا کام ہے جو زلٹانے اور سرکٹانے کی جرات رکھتا ہو) ایک جگہ بلند نگہی کی مثال
وہ ایک انوکھے تقابل سے دیتا ہے ۔

سپہ دورمہ چیچی نہ غشی
پڑانگ حملہ پہ تیرا نداز کا
© rasailojaraid.com

کتنے کی عادت ہے کہ وہ پھینکے ہوئے تیر یا پتھر کو کاٹنے دوڑتا ہے مگر شیر تیر انداز پر حملہ کرتا ہے (نگ کا لفظ خوشحال خان کے کلام میں بار بار آیا ہے۔ اسکے ہاں نگ کا وہی تصور ہے جو اقبال کے ہاں خودی کا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ خوشحال کی زندگی کا مقصد یہی تھا کہ عزت کی زندگی گزاری جائے۔ یہ تمام جنگیں۔ آلام و مصائب اس نے صرف اسلئے برداشت کئے کہ اپنی خودداری برقرار رکھ سکے۔ یہ بات اس کے اشعار سے نمایاں ہیں۔

نہ پہ ملک یم نہ پہ نورسہ

خپل عزت دے پہ ماگران

(مجھے نہ ملک کی ضرورت ہے نہ کسی اور چیز کی۔ میرے لئے اپنی عزت زیادہ اہم ہے) اور پھر۔

بہ خپل نام و ننگ چہ راشم لیونے شم

خبردار کله پہ سود و زیان دلك یم

(جب میرے نام و ننگ پر حرف آئے تو میں دیوانہ ہو جاتا ہوں اور پھر مجھے لاکھوں کے سود و زیان کی بھی

پرواہ نہیں رہتی)۔ اور

سردے درومی مال دے درومی پت دے نہ زی

د سڑی د چارو کل خوبی پہ پت دہ

(سر جائے دولت جائے عزت نہ جائے۔ کیونکہ مرد کی تمام زندگی کا دار و مدار عزت پر ہے)۔

خوشحال خان خٹک کی خودداری قابل رشک ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

د منت دارو کہ مرم پکارم نہ دی

کہ علاج لره م راشی مسیحا ہم

(دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلا کر مانگی ہوئی دوائ سے اگر تیری جان بچتی ہے تو ایسی دوا بھی قبول نہ کر)۔

علامہ اقبال کی طرح وہ بھی یہی کہتا ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اور پورے پہ منصب پہ نوکری شہ

چہ ترفہم و تر نظر د مغل کک یم

(اگ لگے ایسے منصب اور ایسی نوکری کو جو مغلوں کی نظر میں مجھے استقد رگرا دے کہ میری حیثیت

تنگے کے برابر بھی نہ رہے) اسکے نزدیک بے عزتی اور غلامی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ زربض۔ کنواں اور عالی

شان محل بھی غلامی میں میسر ہو تو اسے قبول نہیں۔ محکومیت اس کیلئے زنداں سے بھی بدتر ہے۔ وہ ہانگ دہل پکارتا ہے کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیات جاوداں سے۔

خوشحال کی تمام زندگی ایک دائمی حرکت ایک کشمکش ایک مسلسل جدوجہد ہے۔ خطرات مصائب و آلام سے بھرپور۔ شکستوں کے باوجود اس کے کلام میں مایوسی، ناامیدی یا فرار کی جھلک تک نہیں۔ بلکہ ہر شعر اور ہر مصرع رجائیت سے بھرپور ہے۔ شروع سے آخر تک زندگی اپنی تمام سرگرمیوں اور گماگمائیوں کیساتھ اسکے کلام میں رواں دواں نظر آتی ہے۔ وہ پے در پے شکستیں کھانے اور بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود ہمت نہیں ہارتا۔ اسکی فاتحانہ شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے سونا آگ میں جل کر کندن بنتا ہے۔ لوگ اسے کہتے ہیں کہ اب تم بازی ہار چکے ہو لیکن اس نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور برابر کہہ رہا ہے۔

کہ آسمان دے مزی پہ خولہ کے ور کڑہ

دے مزی پہ خولہ کے مہ پر یگدہ ہمت

(اگر آسمان تمہیں شیر کے منہ میں ڈال دے تو شیر کے منہ میں بھی ہمت نہ ہار) اور

زہ کہ غرہ پہ غرہ جار اوزم باک اے نشستہ

تل ازمزی گرزى پہ لوزہ پہ ڈورہ

(اگر میں پہاڑوں کے خاک چھانتا پھر رہا ہوں تو اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ یہ نشیب و فراز شیروں کے

راستے میں آیا ہی کرتے ہیں) غم سے زرد چہرے کو سرخ کرنے کا انوکھا سبق ملاحظہ ہو۔

کہ مخ دے زیڑ وی پہ دل گیرئی کے

نو تہ اے پہ دوا ژو سپیڑو سور کڑہ

(اگر تیرہ چہرہ بگم سے زرد ہو جائے تو دونوں ہاتھوں سے چائے مار مار کر اسے سرخ کر)

خوشحال خان کے رزمیہ کلام کے مطالعہ سے ایک زبردست غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ خوشحال خان

کی فطرت جنگجویانہ اور قتل و غارت کی خواہاں تھی یا اسکے دل میں رحم اور عفو کا جذبہ کم تھا۔ لیکن ایسا نہیں۔ یہ غلط

فہمی صرف ایک ہی رخ کو دیکھنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ دوسرا رخ دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ جنگجو اور سخت

دل انسان نرمی و تہذیب اور شائستگی کا ایک نمونہ ہے جب وہ کہتا ہے۔

کہ پہ صلح کے روزگار شئی

سہ حاجت پہ تیغ و تبر

(اگر صلح صفائی سے کام چل سکتا ہو تو تبر اور تلوار کی کیا ضرورت ہے) اس کا نظریہ یہ ہے کہ

اہل شرتہ دَ شاہین منگل پیدا کڑہ

اہل خیروتہ حلیم شہ ترحمامہ

(شرپندوں کیلئے شاہین کے سے بچے پیدا کر۔ مگر امن چاہنے والوں کیلئے کبوتر کی طرح عاجز بن جا)

وہ ہر جگہ یہی کہتا ہے کہ اگر کوئی تیرا دانت توڑے تو تو بھی اس کا دانت توڑ لیکن جو معافی مانگ لے تو عفو انتقام سے بہتر ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ اور جرمن فلسفی نیٹشے کی طرح خوشحال خان کے زیر نظر بھی ایک ایسے تصویری کردار کی تخلیق ہے۔ جو غیور ہو۔ صبور ہو۔ مرد میدان ہو۔ جان نثار ہو تنگ و ناموس پر کٹ مرنے والا ہو۔ خوشحال خان ایسے انسان کو اقبال کے مرد مومن کی طرح مردیا جو انمرد کے نام سے پکارتا ہے۔ اقبال کے شاہین کی طرح شاہین و شہباز کا استعارہ خوشحال کے کلام میں بھی کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اور اس پرندے کی بلند پروازی۔ تیز نگہی۔ درویشانہ طرز زندگی اور دوسروں کا پس خوردہ نہ کھانے کا ذکر اس کے کلام میں جا بجا موجود ہے۔

خوشحال خان کی کتاب 'بازنامہ' اس پرندے کی عادات و اطوار پر ایک مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال کے اشعار سے خوشحال خان کے اشعار کے نفس مضمون کا توارد قاری کے لئے باعث دلچسپی ہو گا۔ علامہ اقبالؒ کا شعر ہے۔

نہیں تیرا نشین قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

خوشحال کہتا ہے۔ زہ ہفہ شہباز شہ چہ اے زائے پہ سردرو وی

نہ لکہ دَ کلی مار غہ گر زہ غم دَ نس کا

(جا اور وہ شہباز بن جس کا ٹھکانہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوتا ہے۔ نہ کہ بستی کا وہ پرندہ جو سارا دن

آبادیوں میں خوراک کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے)

شاہین کے کار آشیاں ہندی سے متعلق اقبال نے کہا:

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں

کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و میلیاں میں

کہ شاہین کیلئے ذلت ہے کار آشیاں ہندی

اور خوشحال خان کہتا ہے۔

جہ نام اے نا پیدا نشان اے نشستہ

سوک بہ سہ غواڑی د سپینو بازو ہوئے

(ان سفید بازو کے انڈے کوئی کہاں سے لائے گا۔ جن کے ٹھکانوں کا ہی کسی کو علم نہیں)

خوشحال خان خٹک کے دیوان میں متعدد ایسے اشعار موجود ہیں جو اپنے مرکزی خیال یا مضمون کی ہم رنگی کے باعث اقبال کے اردو یا فارسی اشعار سے معنوی مماثلت رکھتے ہیں۔ خوشحال خان کے کلام سے اقبال کا تعارف انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود اس کی انگریزی میں ترجمہ شدہ ان نظموں کے ذریعے ہوا جو کسی انگریز نے کی تھیں۔ اقبال کی مشہور نظم ”خوشحال خان خٹک کی وصیت“ انہی نظموں سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔

رزمیہ شاعری کی صنف میں ہومر کی ”اوڈیسی“ اور فردوسی کے شاہنامہ کے بعد جو نام گنوائے جاسکتے ہیں ان میں خوشحال خان کی رزمیہ نظمیں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔ لیکن انہیں متعارف کرانے کے لئے وہ توجہ میسر نہیں آسکی جس کی وہ متقاضی تھیں۔

سلسلہ مطبوعات موتمر المصنفین (۲۹)

اقتدار کے ایوانوں میں

شریعت بل کا معرکہ

(مولانا سمیع الحق)

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز زرقار کا، صبر آزمایا، ماحول کی لمحہ بہ لمحہ روئید اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ چپالیسی عورت کی حکمرانی، جمہور افغانستان اور ہم قومی ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

ملنے کا پتہ: موتمر المصنفین، دارالعلوم حنفیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ، پاکستان